# تحریکِ آزادی اور اُردو ناول

صائمہ شکور

Saima Shakoor

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

Dr. Muhammad Arshad Ovaisi

Head, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

***Abstract:***

*Pakistan basis on two nation's theory. Muslims want to get their separate homeland which will give them very high honour place. But it was not easy that time was full of conflicts. Urdu novel paid much attention to this situation, and produce masterpiece of novels, like "Mirat-ul-Aroos", "Gosha-e-Aafiyyat", "Terrhi Lakeer" and "Guraiz" etc., This article will throw light on the work of Urdu Novelists during the movement of independence.*

پاکستان کا قیام دوقومی نظریے کی بنیاد پر عمل میں آیا۔ مسلمانوں کو اپنا علیحدہ قومی تشخص منوانے کے لیے کڑے امتحانوں سے گزرنا پڑا۔ وہ برصغیر کے اس خطہ میں ہزاروں سال سے آباد تھے لیکن اس کے باوجود اسی تہذیب کو مکمل نہیں اپنایا جو اسلامی ضابطوں کی ضد تھی، چونکہ حکمران تھے اس لیے ہندوؤں کے دل ان کے لیے تعصب سے بھرے ہوئے تھے اور اصل میں اسی تعصب نے مسلمانوں کے اندر اپنی شناخت اور قومی تشخص کو ابھارنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ بظاہر ہندو مسلمان کے ساتھ شیر و شکر رہا مگر جیسے ہی مسلمانوں کی حکومت کمزور پڑی ان کی اصلیت کھل کر سامنے آ گئی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ اور اس کے بعد کے واقعات ہندوؤں کی طوطا چشمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ انگریزوں نے مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا اور مظالم کی انتہا کر دی۔ اس کے خلاف مزاحمت کرنے والے کئی بہادروں کی مثالیں بھی سامنے آئیں جن کی بہادری اور دلیری کو مقامی ادب میں بہت سراہا گیا۔ ان میں احمد خاں کھرل اور مُراد

قتیانہ کے نام نمایاں ہیں۔ مقامی لوک شاعروں نے ان بہادروں اور شہیدوں کے لیے ملی گیت لکھے جن میں غیرت، عزم اور آزادی کے حصول کا اظہار واضح ملتا ہے:

ہس ہس کے چڑھے کائی پھانسیاں ، کالے پانیاں ول کئی تیر ہوئے
اساں دیس آزاد ضرور کرنا، ٹکڑے انت نوں بھاویں سریر ہوئے

مسلمانوں کی حکومت کی کمزوریوں کو بھانپتے ہوئے ایسٹ انڈیا کمپنی جو پہلے پہل ہندوستان میں تجارت کی غرض سے آئی، رفتہ رفتہ تمام معاملات پر غالب آنے لگی، ہندوستانی تجارت پر انگریز اور ولندیزی قابض ہو گئے اور فرانسیسی بھی اپنے قدم جمانے لگے۔ انگریز نے ان سب کو اپنا حریف سمجھتے ہوئے ہندوستان میں ان کے اثر و رسوخ کا خاتمہ کر دیا۔ باری علیگ اس کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

''اٹھارویں صدی کے وسط میں جب انگریزوں اور فرانسیسیوں کے سیاسی اور معاشی مفاد ایک دوسرے سے ٹکرائے تو دوسری جنگوں کے علاوہ ہندوستان میں بھی انگریز اور فرانسیسی آپس میں لڑنے لگے۔ ان لڑائیوں کا آغاز کرناٹک میں ہوا۔ تین لڑائیاں ہندوستان کی تاریخ میں اس لیے بہت اہمیت رکھتی ہیں کہ ان لڑائیوں نے جہاں ہندوستان میں فرانسیسیوں کی سیاسی حقیقت کو ختم کر دیا وہاں ان لڑائیوں نے انگریزوں کے لیے مشرق میں ملک گیری کے دروازے کھول دیے۔''(۱)

انگریزوں کو بنگال میں مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ علی خان وردی انگریزوں کی ریشہ دوانیوں سے بخوبی آگاہ تھے، مگر ان کی عمر نے وفا نہ کی اور ان کے نواسے سراج الدولہ نے باگ ڈور سنبھالی۔ انگریز اس سے خوش نہ تھا۔ پلاسی کے میدان میں کلائیو اور سراج الدولہ کی فوجوں کا آمنا سامنا ہوا مگر میر جعفر اور اس کے ساتھیوں نے غداری کی اور جنگ کا پانسا پلٹ گیا۔ نواب سراج الدولہ گرفتار ہوا اور انگریز کے قدم اور مضبوط ہو گئے۔ سراج الدولہ کی شہادت پر رام نرائن موزوں نے اس شعر میں اپنے تعلق اور ہندوستان کے سیاسی حالات کو واضح کر دیا:

غزالاں تم تو واقف ہو ، کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانہ مر گیا آخر تو ویرانے پہ کیا گزری

انگریز کو دوسری شدید مزاحمت میسور میں حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی طرف سے ہوئی۔ حیدر علی انگریزوں کے خلاف آخر تک لڑتا رہا۔ اس کے بعد ٹیپو سلطان تخت نشین ہوا۔ وہ ایک ذی شعور، جری، شجاع اور دانش مند انسان تھا:

''وہ (ٹیپو سلطان) انگریزوں کی چیرہ دستیوں سے واقف ہو چکا

تھا۔ سلطان نے ہندوستانیوں کو ایک مرکز پر لانے کی کافی جدوجہد
کی۔ اس سے ایسٹ انڈیا کمپنی مخالف ہوگئی۔ وہ تمام عمر انگریزوں
سے لڑتا رہا۔'' (۲)

سر جان ایلس شر وتھر جو اس وقت کلکتہ کا چیف جسٹس تھا ٹیپو سلطان کی موت پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''ٹیپو کی طاقت ہی ہماری فوجوں کو شکست دینے کے لیے کافی تھی۔
اس کے مرتے ہی ہندوستان میں ہمارا (انگریزوں) کا قبضہ ہمیشہ
کے لیے ہوگیا۔'' (۳)

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی مؤرخین اور ادبا کا محبوب ترین موضوع رہی ہے۔ انگریز اسے غدر اور بغاوت سے موسوم کرتے ہیں اور جنگِ آزادی تسلیم نہیں کرتے مگر حقیقت میں یہ جنگ نہ غدر تھا، نہ بغاوت بلکہ ہندوستانیوں کی حریت پسندی تھی جو انگریز کے بلا جواز ظلم و جبر اور بربریت کے خلاف تھی۔ اس جنگ کے نقصانات اور اثرات کا تمام تر خسارہ مسلمانوں کے حصہ میں آیا۔ سرسید احمد خاں اور ان کے رفقائے کار نے مسلمانوں اور انگریزوں کے مابین کشیدگی اور نفرت کو کم کرنے میں پُل کا کردار ادا کیا اور مسلمانوں کو اپنی تمام تر صلاحیتیں تعلیمی میدان میں بروئے کار لانے کا درس دیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ اور اس کے الم ناک نتائج سے حریت پسندی کے جذبے کو مزید تحرک ملا اور کئی سیاسی جماعتیں تشکیل پائیں جن کا مقصد انگریز پالیسیوں کی مخالفت اور ہندوستانیوں کے حقوق کا تحفظ تھا۔ اس دوران کئی تحریکوں نے جنم لیا۔ ایک لمبی اور کڑی مسافت کے بعد آ کر انگریز کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ اسے ہندوستان چھوڑ کر جانا ہوگا۔ آخر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان اور ہندوستان دو الگ ریاستیں معرضِ وجود میں آئیں۔ برصغیر پر انگریزوں کے تسلط کو نوآبادیاتی دور سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ادیب معاشرے کا حساس ترین فرد ہوتا ہے جو اشیا خام مال اپنے گرد ہونے والے واقعات سے حاصل کرتا ہے۔ معاشی، معاشرتی، سیاسی، اقتصادی، مذہبی حالات اس کی فکر کے دھاروں کو تشکیل دیتے ہیں۔ جنگ و جدل اور بدامنی کے اس دور کی واضح جھلک اس دور میں لکھے جانے والے ادب میں نظر آتی ہے۔

۱۸۵۷ء کے بعد کے سیاسی حالات و کوائف کو مدِنظر رکھتے ہوئے سہیل بخاری لکھتے ہیں:

''۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان پر انگریزوں کا پورا تسلط ہوگیا تو ان
کی معاشرت اور تہذیب نے زندگی کے ہر شعبے پر ایسا اثر ڈالنا
شروع کردیا، چنانچہ اردو ادب بھی اس سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا
اور اردو دان طبقے کی عام ذہنیت کا انقلاب ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں
کی شکل میں رونما ہوا۔'' (۴)

مولوی نذیر احمد ابتدائی ناول نگار ہیں جنھوں نے سرسید تحریک سے وابستہ ہوکر اصلاحی ناول لکھے جن کا مقصد تھا کہ مغربی تہذیب کو خود پر حاوی نہ ہونے دیا جائے۔ ''مرأۃ العروس'' اس کی بڑی مثال ہے۔ ''بناۃ النعش'' اور ''ابن الوقت'' میں مولوی نذیر احمد نے حکومتِ وقت کی زیادتیوں اور حکومت کی کئی کمزوریوں کو کھلے لفظوں میں بیان کیا ہے۔

بیسویں صدی کے اوائل میں قومی نظریات اور رجحانات میں تبدیلی آئی، نئی تحریکیں جنم لے چکی تھیں، تقسیمِ بنگال، مسلم لیگ کا قیام، پہلی جنگِ عظیم، ہوم رول لیگ کے تحریکوں کی بدولت حالات خاصے ہنگامہ خیز ہو چکے تھے اسی دور میں منشی پریم چند نے اپنے تخلیقی سفر کا آغاز کیا۔ آپ کے ناولوں اور افسانوں میں محنت کش عوام، غریب کسان اور متوسط طبقے کی محرومیوں کی داستانیں ہیں۔ ان کے ناول ان کے عہد کی تہذیبی، معاشی اور سیاسی زندگی کے ترجمان ہیں۔ وہ ایک محبّ الوطن ادیب تھے اور گاندھی سے خصوصی ارادت رکھتے تھے۔ ان کے ایک ناول ''جلوۂ ایثار'' میں ایک مکالمہ ملاحظہ ہو:

> ''مجھے ایک بیٹا دے دو ماتا۔
>
> دیو ماتا نے پوچھا: جو بہت دھنوان ہو، بلوان ہو اور دنیا بھر میں شہرت حاصل کرے۔
>
> لیکن ماں نے کہا نہیں مجھے ایسا بیٹا دے جو وطن کی خدمت کرے۔''

پریم چند کا ناول ''گوشۂ عافیت'' اہم ناول ہے۔ اس کا زمانہ تصنیف ۲۳-۱۹۲۲ء ہے۔ یہ زمانہ ہندوستان میں سول نافرمانی، عدم تعاون اور کسانوں کی بغاوت کا زمانہ تھا۔ اس ناول کا بنیادی موضوع کسانوں کے حقوق اور انگریزوں کے خلاف احتجاج ہے۔ ''میدانِ عمل'' میں ہندوستانیوں کی سیاست اور حکمران طبقے کے مظالم کا ذکر ملتا ہے۔ پریم چند کا اہم ناول ''چوگان ہستی'' ہے۔ اس میں آزادی سے قبل حالات کی سماجی اور معاشی پہلوؤں سے بحث ملتی ہے:

> ''چوگان ہستی'' جو ۱۹۲۴ء میں تخلیق کیا گیا اس کو پریم چند نے اپنا بہترین ناول قرار دیا ہے۔ یہ دو جلدوں میں ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ناول بھی اپنے عہد کی سیاسی کش مکش کا آئینہ دار ہے۔''(۵)

''گئودان'' پریم چند کا معرکۃ الآرا ناول ہے جو اردو ادب اور ہندوستانی ادب میں خاص مقام رکھتا ہے۔ یہ ناول اپنے دور کی مختلف اقتصادی اور سیاسی انقلابات کو پیش کرتا ہے۔ پریم چند نے اپنی تحریروں، ناولوں اور افسانوں کے ذریعہ ملک وقوم کی خدمات سرانجام دیں اور قومی شعور وقومی تحریکوں میں ایک نئی روح پھونکی۔

۱۹۳۶ء میں ترقی پسند تحریک کی ابتدا ہوئی، عملاً پریم چند کا دور ختم ہوا۔ اس تحریک کی بنیاد

نوجوان مصنف سجاد ظہیر نے ڈالی۔اس انجمن کی پہلی کانفرنس کی صدارت منشی پریم چند سے کرائی گئی۔ ترقی پسند مصنفین کے ہاتھوں میں ادب کی باگ ڈور آنے سے خیالات، رجحانات اور نظریات میں تبدیلی آنے لگی اور جدید ادب تخلیق ہونے لگا۔نوجوان مصنفین کے اس گروہ نے بے باکانہ انداز میں حکومتِ وقت کے جبر اور ناقص پالیسیوں کو چیلنج کیا۔اس دور کے ناول نگاروں میں سجاد ظہیر، کرشن چندر، عصمت چغتائی، مرزا محمد سعید، اوپندر ناتھ شک، عزیز احمد، رشید اختر، رشید جمیل، اشرف صبوحی، فضل حق قریشی وغیرہ کے نام سامنے آتے ہیں۔اس دور کے ناولوں کی اہم بات سماجی واقعات نہیں بلکہ وہ کردار ہیں جو معاشی انتشار اور اضطراب کے دور میں پیدا ہوئے۔یہ کردار مختلف الجھنوں اور مسائل سے دوچار ہیں۔اس دور کا ناول ہندوستان کے سیاسی ماحول کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔اہم ناولوں میں کرشن چندر کا ناول ''شکست'' ہے جو ۱۹۳۶ء کے سیاسی بحران کا آئینہ دار ہے۔اس ناول کے کرداروں میں آزادی اور جذبۂ حب الوطنی کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔یہ بات واضح ہے کہ پریم چند کے بعد جو بھی اہم ناول نگار ملتا ہے اس کا تعلق ترقی پسند تحریک سے ہے کیوں کہ ان ادیبوں کے سیاسی انتشار، کش مکش اور بحرانوں کو براہِ راست دیکھ رکھا ہے۔اس دور کے دوسرے اہم ناول نگار سجاد ظہیر ہیں۔ان کا شاہکار ناولٹ ''لندن کی ایک رات'' ۱۹۳۷ء میں منظرِ عام پر آیا۔اسے ادبی سے زیادہ تاریخی اور سیاسی ناول سمجھا جاتا ہے۔

سجاد ظہیر نے مختلف کرداروں کے ذریعے ہندوستان کے متوسط اور تعلیم یافتہ نوجوان کی عکاسی کی ہے اور اس کے ساتھ اپنے دور کے سیاسی اور تہذیبی بحران کو آشکار کیا ہے۔لکھتے ہیں:

> ''لندن کی ایک رات'' کے کردار اپنے ملک کو آزاد کرانے میں کس درجہ کوشاں ہیں وہ انگریز سے نفرت کرتے ہیں اور ہندوستانیوں کے تئیں بڑی محبت کا جذبہ رکھتے ہیں۔۔۔۔وہ سماجی جکڑ بندیوں اور حکمران طبقے کی غلامی سے نجات پانا چاہتے ہیں اور آزاد زندگی گزارنے کے متمنی ہیں۔''(۶)

ترقی پسند ناول نگاری میں عصمت چغتائی کا ناول ''ٹیڑھی لکیر'' نمایاں مقام رکھتا ہے۔اس ناول میں انھوں نے زندگی اور سماج کو موضوعات بنا کر سیاست کے متعلق بحث کی ہے۔عصمت چغتائی کے کردار اپنے وطن سے محبت اور سفید فاموں سے نفرت کا جذبہ رکھتے ہیں۔۱۹۳۶ء کے بعد کا زمانہ سیاسی ہنگاموں کی بدولت بڑا ہیجان انگیز تھا۔اس لیے کوئی بھی ادیب اس سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔ عصمت چغتائی نے بھی اپنے دور کی سیاسی کش مکش کی داستان کو اپنے کرداروں کی شکل میں پیش کیا۔ترقی پسند تحریک میں ایک اور اہم نام عزیز احمد کا تھا۔ان کا ناول ''گریز'' جو ۱۹۴۲ء میں تصنیف ہوا۔اپنے نئے موضوعات، تکنیک اور ہیئت کے اعتبار سے منفرد تھا۔عزیز احمد نے اس ناول میں سیاسی اور معاشی پس منظر کے ساتھ جنسی نفسیات کا بھی سہارا لیا۔

بحیثیت مجموعی اردو ناول نگاری میں مولوی نذیر احمد سے لے کر پریم چند تک اور اس سے آگے ترقی پسند ناول نگاروں نے بالواسطہ اور بلاواسطہ آزادی کی تحاریک میں تحرک پیدا کیا۔قومی شعور کی آبیاری کی جس سے ہندوستانیوں کے جذبۂ حریت کو نیا حوصلہ اور عزم ملا۔

## حوالہ جات


۱۔ باری علیگ، کمپنی کی حکومت، دہلی: طبع چہارم، ۱۹۶۹ء، ص: ۴۳

۲۔ محمود بنگلوری، تاریخ سلطنتِ خداداد، دہلی پبلشنگ، ۱۹۷۰ء، ص: ۱۵

۳۔ ایضاً، ص: ۱۷

۴۔ سہیل بخاری، اردو میں ناول نگاری، لاہور: س ن، ص: ۴۵

۵۔ ضیاالرحمن صدیقی، ڈاکٹر، تحریکِ آزادی اور اُردو نثر، جودھ پور: ۲۰۱۴ء، ص: ۵۷

۶۔ ایضاً، ص: ۶۴


☆......☆......☆